اکیسویں صدی کے پہلے دو عشروں میں ادباء کا سفر حجاز سے متعلق جذبات کے اظہار کا مطالعہ

The Study of Manifestation of Emotions of the Literati/Intellectuals of the First Two Decades of the 21st Century Regarding the Hijaz Journey

سدرہ صادق*

ڈاکٹر محمد عباس**

Abstract

Safar is Arabic word which means journey or to cover a distance. In Urdu and Persian literature, the word 'Nama' which means written text is usually suffixed with the word 'Safar' and read as 'Safarnama' which becomes equivalent to travelogue in English. Ajaebat-e-farang of Youssef Khan Kambal Posh, published in 1847 is considered as one of the earliest travelogues of Urdu literature. In the earlier travelogues, the trend was to provide the geographical information to the reader. Later on, the trend changed and other elements such as feelings, emotions and appreciations were also included. Travelogue of hajj, *Mah e Maghreb*, was written by Mansab Ali Khan in 1871. In 20th century the trend of hajj travelogue increased and kept on increasing further. The purpose of this article is to examine the emotional endeavors of the selected Hejaz (the area encompasses holy places of Makka and Madina) travelogues published in the first two decades of 21st century (2010 to 2020) to analyze how writers expressed their emotion and sentiments during the travelogues of these two holy places.

Keywords: Travelogue, Hajj o Umrah, Emotional endeavors, Feelings, Environment

سفر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی مسافت طے کرنے کے ہیں۔ جبکہ فارسی میں نامے کا مطلب خط فرمان یا تحریر شدہ عبارت ہے۔انگریزی میں سفر نامے کے لئے لفظ Travelogue استعمال کیا جاتا ہے۔دیگر معمولات زندگی کی طرح سفر بھی زندگی کا ایک معمول ہے۔جو انسان ضرورتاً یا ارادتاً اختیار کرتا

* پی ایچ ڈی اسکالر شعبہ اردو اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور۔

** پروفیسر شعبہ اردو اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور۔

ہے۔سفر انسانی زندگی کے آغاز سے ہی شروع ہوا۔ آدمؑ کی تخلیق ہی سے انسان سفر سے دوچار ہوا ہے آدمؑ کا زمین کی طرف آنا ہی پہلا سفر ہے۔ سفر انسانی زندگی کے جمود کو توڑتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿قل سیروفی الارض﴾

ترجمہ۔ آپ کہ دیجئے زمین میں سیر کرو۔

ایک مثل بھی مشہور ہے کہ

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

ترجمہ۔زیادہ سے زیادہ سفر کرو تاکہ تمھاری خامیاں دور ہو جائیں

زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ سفر کے طریقہ کار میں بھی تبدیلی آتی گئی۔پیادہ سفر کرنے والے گھوڑوں اونٹوں پر سوار ہوئے اور پھر پہیے کی ایجاد نے انسانی پاؤں میں ایسا چکر بھر دیا کہ وہ پھر رک نہ سکا۔ آج کا سفر صرف دیگر ضروریات کے تحت تو ہوتا ہی ہے لیکن پہیے کی ایجاد نے سفر کو جو آسانی بخشی تو سیاحت کو بھی فروغ ملا اور سیاحوں نے اپنی سیاحت کو قلمبند کرتے ہوئے عام قاری تک بھی دیگر ممالک کے جغرافیائی تاریخی اور معاشی اور معاشرتی حالات کو جزئیات کے ساتھ پہنچایا۔اب سفر صرف مادیت کے حصول کا ذریعہ نہ رہا بلکہ روحانی کیفیات کے سکون کا باعث بھی بنا۔

سفرنامے کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

"سفر نامہ سفر کے تاثرات،حالات اور کوائف پر مشتمل ہوتا ہے فنی طور پر سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جو سفر نامہ نگار سفر کے دوران یا اختتام سفر پر،اپنے مشاہدات،کیفیات اور اکثر اوقات قلبی واردات سے مرتب کرتا ہے"[1]

سفر نامہ بنیادی طور پر ایک بیانیہ تحریر ہے۔اسے لکھنے والا اپنے تجربات و مشاہدات کو ایک بیان کی صورت میں ہمارے سامنے لاتا ہے۔ چنانچہ سفر نامہ نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوران سفر اپنی آنکھیں کھلی رکھے اور گرد وپیش کا بڑی ذہانت اور باریک بینی سے مشاہدہ کرے۔

کچھ سفر ایک مسلمان کی زندگی میں ضروری اور اہم بھی ہوتے ہیں جیسے صاحب استطاعت مسلمان کے حق میں حج بیت اللہ کا سفر ایک ایسا سفر ہے جو دیگر اسفار سے مختلف نوعیت کا ہے۔حج کی ادائیگی(بشرط استطاعت)تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک لازمی رکن ہے۔

سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۹۷ میں ہے کہ

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ﴾

ترجمہ "اور لوگوں پر بیت اللہ کا حج، اللہ کا حق ہے، جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اور جو شخص انکار کرے تو اللہ دنیاوالوں سے بے نیاز ہے"۔[2] (آل عمران)

ایک اور جگہ ارشاد ہے

﴿واتموا الحج والعمرة لله﴾ (سورہ بقرہ)

ترجمہ "حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا پورا ادا کرو۔[3]

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس سامان سفر اور سواری ہو جو اسے بیت اللہ شریف تک پہنچا دے۔ پھر وہ حج نہ کرے پس اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر"۔[4]

حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے۔ دوسری عبادات کی طرح اس کی اصل روح تقویٰ ہے۔ حج کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا جو بندہ موسم حج میں مقامات حج یعنی مکہ تک پہنچ سکتا ہے وہ اپنی زندگی میں کم از کم ایک بار ضرور وہاں پہنچے۔ حج ایک ایسی مالی اور بدنی عبادت ہے۔ جس میں دنیا کے تمام مسلمان بغیر کسی تفریق کے مخصوص ارکان کو ایک ہی طرح ادا کرتے ہیں۔ انسان ایک مخصوص لباس میں چند مخصوص ارکانِ عبادت ادا کرتا ہے۔ یعنی طواف، سعی، وعمرہ وغیرہ۔

حج کے باعث لاکھوں خوش نصیب اس سرزمین کی زیارت اور اسلام کے پانچویں رکن کی ادائیگی سے ہر سال فیضیاب ہوتے ہیں. کچھ زائرین اس بابرکت سر زمین پر محسوس ہونے والے جذبات واحساسات کو زبان کے ساتھ ساتھ تحریری شکل میں بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ بھی اس مقدس سفر کے بارے میں لکھتے ہیں اس سے ایک تو ان کو روحانی سکون ملتا ہے دوسرا سماج کے وہ افراد ان سفر ناموں میں دلچسپی لیتے ہیں جن کی وہاں تک رسائی نہیں ہو پاتی۔ اور وہ سفر نامہ نگار کی آنکھوں سے اس سرزمین کو دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے بیان کردہ جذبات واحساسات سے اپنے من کی تشنگی بھی بجھانے لگتے ہیں۔

اس سفر مبارک کے بہت سے سفر نامے لکھے گئے اور لکھے جاتے رہیں گے۔ اگرچہ مقصد ایک ہے، منزل ایک ہے، ماحول ایک ہے، منظر ایک ہے مگر اس منزل کو جانے والا ہر مسافر ایمان واحساس کی اپنی ایک دنیا رکھتا ہے اور ہر زائر اپنی اپنی نگاہ سے اس منظر کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ جب کوئی سفر نامہ نگار کسی سفر کی

طرف عازم ہوتا ہے تو اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے سفر نامے میں خارجی عوامل کے ساتھ ساتھ ان داخلی کیفیات کو بھی لوگوں تک پہنچائے جو کہ وہ محسوس کرتا ہے اور جب بات سفر حجاز کی ہو تو یہ خواہش کچھ اور شدّت اختیار کر لیتی ہے کیونکہ مذہبی مقامات کے ساتھ وابستگی انسان کی فطرت میں موجود ہوتی ہے۔

سفر نامہ نگار چاہتا ہے کہ وہ ان مقامات کے متعلق معلومات، ان مقامات سے جذباتی لگاؤ، جسمانی کیفیات کے ساتھ روح پر ہونے والے اثرات اپنے قارئین تک ایک اچھوتے اور منفرد انداز میں پہنچائے تاکہ قاری سفر ناموں کی یکسانیت سے اکتاہٹ کا شکار نہ ہو سکے۔

سفر نامہ نگاروں کی جذباتی کاوشوں کے تشکیل کردہ زاویے

حجاز مقدّسہ وہ پاک سرزمین ہے جس کے ساتھ جذباتی لگاؤ ہر مسلمان کی فطرت میں شامل ہے۔ اسی لئے ان سفر نامہ ہائے حجاز میں سفر نامہ نگاروں کے جذباتی کاوشوں کے تشکیل کردہ زاویوں کے بھی اپنے رنگ ہیں۔ ان زاویوں کا تعلق انسان کی داخلی کیفیات سے ہے۔ جو حرمین شریفین کے مناظر اور ماحول سے زائرین پر طاری ہوتی ہیں. اسی جذباتی کیفیت کا عکس منتخب سفر نامہ نگاروں کے ہاں کبھی بیت اللہ شریف کی زیارت، کبھی روضہ رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضری اور کبھی عرفات کے میدان میں آنکھوں سے بہتے ہوئے جھرنوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔ سفر نامہ نگار نہ صرف ان مذہبی مقامات سے متعلق معلومات قاری تک پہچانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ وہ جذبات بھی بیان کرتا ہے جو عام قاری محسوس تو کر سکتا ہے لیکن ان کیفیات کا اظہار اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ ذیل میں ان دلکش اور جذباتی کیفیات کا جائزہ لیتے ہیں جو اکیسویں صدی کے پہلے دو عشروں میں شائع ہونے والے سفر ناموں میں ملتی ہیں۔

مستنصر حسین تارڑ یکم مارچ 1939 کو گوجرانوالہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ اردو ادب کے مشہور ڈرامہ نگار، افسانہ نگار، ناول نگار اور سفر نامہ نگار کی حیثیت سے ادبی حلقوں میں ایک اہم نام ہے۔ ان کے کالم بھی اخبارات میں باقاعدگی سے شائع ہوتے ہیں لیکن بحیثیت سفر نامہ نگار ان کی حیثیت سب سے منفرد ہے۔ مستنصر حسین تارڑ تیس سے زیادہ سفر نامے لکھ چکے ہیں' منہ ول کعبہ شریف' ان کا حج کا سفر نامہ ہے جو 2004 میں شائع ہوا۔ اس سفر نامے میں انہوں نے اپنے اس سفر کے دوران آنے والے واقعات کے ساتھ ساتھ جذباتی کیفیات کو بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ اپنے جذبات کا برملا اظہار کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قاری سفر نامہ پڑھتے پڑھتے سفر نامہ نگار کے ساتھ خود کو بھی اس سفر کا زائر سمجھنے لگتا ہے۔ اس سفر نامے کی خوبصورتی

ہی ان کا یہ انوکھا انداز ہے۔ آپ ﷺ سے محبت میں شدت کا ایسا رنگ نظر آتا ہے کہ قاری بھی اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباس میں یہ رنگ دیکھئے۔

"بابا کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگائے باتیں کر رہے ہیں۔۔۔۔ آواز دھیمی ہے اور مسکراہٹ مسلسل ہے کہ یہ جو سجدے میں پڑا یہ بھی آ گیا۔۔۔۔۔ منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں کھدر کے تہبند اور کرتے کو سنبھالتے بیٹھے ہیں۔۔۔ میرے برابر میں جو دو شخص کھڑے تھے وہ بھی وہاں نہ رہے، بس میں رہا اور میرا رسول ﷺ رہا۔۔۔۔ جو کچھ میرے بدن میں عربی میں جاری تھا وہ تو میرے سوچنے سمجھنے سے ماوراخو بخود گردش میں تھا، تو میں نے تو اسے جاری رہنے دیا لیکن خود پنجابی میں چلا گیا۔۔۔ رواں ہو گیا۔۔ کتھے مہر علی"[5]

عرفات سے واپسی کے بعد ایک میدان جہاں واپسی کی رات گزاری جاتی ہے مزدلفہ کہا جاتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ مزدلفہ کی رات کے زیر اثر جذبات کی رو میں بہ جاتے ہیں اور پیدا ہونے والی اپنی اس کیفیت کو بہت خوبصورت انداز میں قلمبند کرتے ہیں:

"اور یہ رات تو تخیل اور اس جنت کا ایک پرتو ہے۔ جس کا وعدہ۔۔۔۔ ایک اشارہ۔۔۔۔ ایک استعارہ۔۔۔۔ چاندنی ہے۔۔۔۔ یہ جو میرے آس پاس۔۔۔۔ یہیں کہیں میری شہ رگ سے قریب جو خیمہ زن ہے اور اس کی موجودگی۔۔۔۔ میرے کانوں میں قلب میں رگوں اور شریانوں میں اور ہڈیوں میں جو گودہ ہے اس کے ایک ایک خلیے میں اترتی ہے۔۔۔۔ محسوس ہوتی ہے اور میرے بدن کے ہر مسام میں وہ اپنا خیمہ نصب کر کے قیام کرتی ہے۔۔۔۔۔ اور ہر مسافر ہر مو ایک آنکھ ہے جو کبھی میں کھولتا ہوں اور کبھی ڈھکتا ہوں اور جب کھولتا ہوں تو اسے سامنے پاتا ہوں اور اس سے باتیں کرتا چلا جاتا ہوں"[6]

مشہور کالم نویس عرفان صدیقی بھی اردو دان طبقے میں ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔ ادب کی دیگر اصناف کے ساتھ ساتھ سفر نامے میں بھی اپنے فن کا اظہار بخوبی کرتے ہیں۔ ان کا سفر نامہ "مکہ مدینہ" کے نام سے سن 2004 میں کتابی شکل میں آیا۔ اس سے پہلے عرفان صدیقی حج وعمرے کے تجربات و کیفیات کو اپنے کالموں میں وقتاً فوقتاً بیان کرتے رہے ہیں انکا یہ سفر نامہ انہی کالموں پر مبنی ہے۔ یہ سفر بلاشبہ ان کے لئے جذبوں کی شدت سے بھرپور سفر رہا جو اس سفر نامے کے ہر لفظ سے جھلکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کا یہ سفر نامہ ادبی حوالے سے بھی اعلیٰ پائے کا ہے۔ جس کا اندازہ قاری کو گاہے بگاہے ہوتا ہے۔

زائرین فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جب حجاز کا رخ کرتے ہیں تو یہ ممکن نہیں کہ وہ سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری نہ دیں۔ عرفان صدیقی رسول ﷺ سے عشق و محبت کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں کہ ان کی تحریر میں محب و محبوب دونوں کی طرف سے کیفیات کا اظہار نظر آتا ہے۔ وہ مدینہ شریف میں حاضری کے وقت امڈ آنے والے جذبات اور کیفیات کا اظہار نہایت خوبصورت انداز میں کرتے ہیں۔

"زندگی بھر جلتے بلتے صحراؤں میں پابرہنہ بھٹکنے والا انسان جونہی مدینہ کی آغوش میں قدم رکھتا ہے، اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی نخلستان میں آگیا ہے۔۔۔۔ جیسے کڑی دھوپ میں چلتے چلتے اچانک گھنے بیہ بادل کے کسی ٹکڑے نے سائبان سا تان لیا ہو۔ جیسے کوئی کہہ رہا ہو 'تم نے اتنی دیر کر دی؟ جتنا عرصہ تم یہاں آنے کے جتن کرتے رہے ہو، اتنا ہی عرصہ میں تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔ آؤ میرے قریب آؤ' جیسے دلوں کے اندر ہی اندر ایک سرگوشی سی اٹھ رہی ہو 'تم جو کچھ بھی ہو میں تمہارا ہوں' جیسے کسی مسیحا نفس کے خیال کے لمس نے سارے دکھ دور کر دیئے ہوں جیسے اجڑے ہوئے چمن میں یکایک بہار آجائے۔ جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے"[7]

راجا محمد یعقوب حفیظ شعبہ تدریس سے وابستہ ہیں "سوئے طیبہ" کے نام سے انکا سفر نامہ 2006 میں شائع ہوا جس میں انہوں نے حرمین شریفین میں بیتے دنوں کو ایسے دلفریب انداز میں بیان کیا ہے کہ قاری چشم تصور میں ان کا ہم راہی بن جاتا ہے۔ یہ سفر نامہ سلیس زبان میں لکھا گیا ہے جسے پڑھتے ہوئے عام قاری بھی لطف و سرور کے ان جذبوں سے آشنا ہو جاتا ہے جو اس سرزمین پر سفر نامہ نگار کے دل میں جاگزیں ہوئے جب مسجد نبوی ﷺ سے رخصت ہونے لگتے ہیں تو اپنی جذباتی حالت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"مسجد نبوی ﷺ چھوڑنے کی کیفیت عجیب تھی۔ آنکھوں میں آنسو دل میں بے قراری، میں بار بار مسجد نبوی کی طرف دیکھتا تھا۔ اور سوچتا تھا شاید پھر کبھی زیارت کا موقع نصیب ہو گا یا نہیں۔ دور تک آنکھوں سے جھڑی لگی رہی، دل بے قرار رہا، اب بھی مسجد نبوی ﷺ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ جی چاہتا ہے اڑ کر مسجد نبوی ﷺ پہنچ جاؤں"[8]

محمد مبشر نذر اگست 1975 کو پیدا ہوئے۔ آپ پیشے کے لحاظ سے اکاؤنٹنٹ ہیں۔ آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک کئی نامور اداروں میں اپنی خدمات سر انجام دیں۔ مذہب کی طرف رجحان ہونے کے باعث دین اسلام کی تعلیم اور مطالعہ پر بھی خاص توجہ دی۔ ان کا سفر نامہ "قرآن اور بائبل" 2007 میں شائع ہوا اور

ادبی حلقوں میں خاصی پذیرائی حاصل کی۔ اس سفر نامے کی منفرد بات یہ ہے کہ اس سفر نامے میں ان مقامات مقدسہ کو تفصیلی بیان کیا گیا ہے جن کا ذکر قرآن پاک اور بائبل میں کیا گیا ہے۔ اور ان مقامات سے متعلق قرآنی آیات، احادیث اور بائبل کی آیات کے حوالے بھی فراہم کئے گئے ہیں۔ ان معلومات کو پہنچانے کے ساتھ ساتھ سفر نامہ نگار نے اپنی عقیدتوں کے مختلف رنگ بھی نہایت خوبصورت انداز مین بیان کئے ہیں۔ وہ حرم کے نورانی ماحول میں کھو سے جاتے ہیں۔ یہ سطریں دیکھئے:

" اگر حضور ﷺ کی ذات نہ ہوتی ہم کس طرح اپنا تعلق اپنے اللہ سے قائم کر پاتے۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے اس مقاام پر اللہ تعالی ک انوار کی بارش ہو رہی ہو گی اس میں میرا وجود عجیب سالگ رہا تھا۔ پھر مجھے خیال آیا کی سمندر میں ناپاک قطرہ گرنے سے سمندر کو کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ سمندر اس قطرے کو خود میں فنا کر کے پاک کر دیتا ہے۔ یہ صوفیا کی وحدت الوجود کے فلسفے کی طرح انسان کی ذات کے خدا کی ذات میں جا ملنے والی بات نہیں تھی۔ انسان کے گناہوں کو حرم کی حاضری دھو کر پاک کر دیتی ہے اور اس کے وجود کا اس طرح سے تزکیہ ہو جاتا ہے کہ وہ آئندہ گناہوں سے اجتناب کرنے لگتا ہے"[9]

ڈاکٹر وقار مسعود خان جون 1985 میں ملتان میں پیدا ہوئے۔ آپ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں اور ادب سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ طنز و مزاح پر مبنی آپ کی ایک کتاب دال میں کچھ کالا ہے کے نام سے آچکی ہے جبکہ افسانوں کا مجموعہ زیر طبع ہے۔ آپ کا سفر نامہ حج ہوا کے دوش پر'' کے نام سے 2007 میں منظر عام پر آیا۔ یہ سفر نامہ ایک عام سے زائر کی دلی کیفیات کا سادہ الفاظ میں اظہار ہے، اسی سادگی نے اس سفر نامے کو خاص بنا دیا ہے، ڈاکٹر وقار مسعود خان خانہ کعبہ میں حاضری کی کیفیت کو ایسے بیان کرتے ہیں کہ انکار رواں رواں سراپا نگاہ بن جاتا ہے۔ جذبات کی شدت کا انداز دیکھئے

" ایک عجیب سی کشمکش تھی۔۔۔ خواہشوں اور جذبوں کا ایک بے لگام دھارا تھا جو ہمیں دھیرے دھیرے حرم شریف کی طرف کھینچ رہا تھا۔۔۔ آنکھوں میں عکس تھا اور دل میں روشنی۔۔۔ لبوں پر صرف نام خدا کی چاشنی۔۔۔ اور پھر بے قراری کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف لپکے کہ یہ ساعت کہیں گزر ہی نہ جائے۔۔۔ یہ سعادت کہیں لمحہ بھر میں چھین ہی نہ لی جائے حلق آنسوؤں سے تر ہو گیا۔۔ جذبات کی شدت سے بدن آگ کی طرح تپنے لگا۔۔ یہ سعادت ایک گنہگار کو نجانے کس نیکی کے عوض عطا کر دی گئی تھی۔ اس خوش نصیب لمحے پر نفاست کے ساتھ عقیدت و احترام سے

آنسوؤں کا غلاف چڑھایا۔بوسوں کی گرہ باندھی اور پھر چپکے سے دل کے ایک کونے میں محفوظ کر لیا۔کتنی ہی دیر خانہ کعبہ سے چمٹ کر کھڑے رہے۔حواس کہاں تھے،ہوش کدھر تھا،کعبے کا غلاف تھا اور نم آنکھیں تھیں،پھڑ پھڑاتے لب۔۔۔اشک کپکپاتے ہاتھ اور لرزتا بدن تھا۔۔۔خدا تھا اور بندہ خدا تھا"[10]

پروفیسر ڈاکٹر محمد عقیل جدید علوم کے ساتھ علوم دینیہ بالخصوص قرآن وحدیث اور تذکیہ نفس کے موضوع پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔دینی اور سماجی موضوعات پر آپ متعدد کتب لکھ چکے ہیں۔ آپ کا حج نامہ "حج کا سفر "2010 میں سے شائع ہوا۔اس سفر نامہ میں سفر نامہ نگار نے اپنی اندرونی کیفیات کو ادبی پیرائے میں کچھ اس انداز مین بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔قرآن میں ارشاد ہوتا ہے

﴿واذا جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا﴾(سورہ بقرہ)

"وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے ایسی جگہ بنایا جہاں وہ لوٹ لوٹ جائیں اور جو سراپا امن ہو"[11]

ڈاکٹر محمد عقیل بھی دیگر سفر نامہ نگاروں کی طرح خانہ کعبہ کی شان دیکھ کر اپنی خوش قسمتی پر نازاں دکھائی دیتے ہیں۔

بیت اللہ شریف پر پڑھنے والی پہلی نظر کو بیان کرنے کا انداز ملاحظہ کیجیے:

"سامنے بیت اللہ پوری آب و تاب سے سیاہ غلاف میں ملبوس موجود تھا۔اس وقت پورا ماحول دودھیا روشنی سے منور تھا۔۔۔وہ خانہ کعبہ جس کی سمت ہمیشہ سجدے کئے وہ آج بالکل سامنے تھا۔۔۔کعبہ کا سیاہ غلاف ہیبت الٰہی کی عکاسی کر رہا تھا۔۔۔میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان سے دعائیں،ساتھ ہی خدا کا شکر گزار تھا کہ اس نے آج اس گنہگار آنکھوں کو وہ گھر دکھایا جسے ابراہیم،اسمعیل اور نبی کریمؐ نے دیکھا"[12]

مستنصر حسین تارڑ کا دوسرا سفر نامہ حجاز 2007 میں "غار حرا میں ایک رات"کے نام سے شائع ہوا۔اس سفر نامے کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں بالخصوص غار حرا کا ذکر تفصیلی انداز میں کیا ہے۔آپ کا یہ سفر نامہ جابجا جذباتی کیفیات میں ڈوبا ہوا ہے۔مستنصر اپنے احساسات کو ایسے الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ قاری بھی ان جذباتی کیفیات کا بھرپور لطف لیتا ہے۔اور کیوں نہ ہو یہ وہ مقام تھا جہاں اللہ کا حبیب دنیا سے قطع تعلق ہو کر تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ اپنے اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ "میں غار حرا میں تنہائی اختیار کیے ہوئے تھا"[13]

غار حرا میں اپنی موجودگی کو مستنصر کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"اور یہاں کوئی ایک حصہ تھا کوئی ایک جگہ تھی--کہاں کہاں ان کے نقش پا نہ تھے، ہتھیلیوں کے نشان ثبت نہ تھے اگر یہ نقش اور نشان نمایاں ہونے کا قصد کر لیں تو جبل نور کا ہر پتھر ہر سنگ ریزہ دمکنے لگے۔ ہر جانب پاؤں کے نشان اور ہتھیلیوں کی شباہتیں یوں روشن ہو جائیں کہ ان کا عکس میرے بدن کے چپے چپے پر ٹھہر جائیں۔ دور سے مجھے کوئی دیکھے تو حیرت میں چلا جائے کہ یہ شخص پاؤں کے نشانوں اور ہتھیلیوں کی شباہتوں سے بنا ہوا ہے۔ اس کے بدن کا کوئی حصہ کالک میں نہیں سارے کا سارا روشن۔ اور میں دم روکے ساکت اسی حالت میں تو نہ بیٹھا رہتا۔۔ ذرا سی حرکت کرتا اور یوں وہ پاؤں اور ہتھیلیوں کے عکس بھی میرے بدن پر اپنی جگہ بدلتے۔ میرے حرکت کرنے سے وہ ذرا آگے پیچھے ہوتے تو مجھے لگتا حضور ﷺ میرے وجود پر چلتے ہیں ان کے پاؤں میرے بدن پر چلتے ہیں"[14]

ڈاکٹر آصف محمود جاہ کا شمار ملک کے مشہور ماہرین طب میں ہوتا ہے آپ نے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کیا۔ اور مقابلہ کا امتحان بھی پاس کیا۔ آپ فلاحی کاموں میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ آپ کو حکومت پاکستان کی جانب سے ستارہ امتیاز سے بھی نوازا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ تصنیف و تالیف سے بھی وابستہ ہیں۔ آپ کا سفر نامہ "اللہ، کعبہ اور بندہ" کے عنوان سے ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا اور پذیرائی حاصل کی۔ آپ کا سفر نامہ اس حوالے سے منفرد سفر نامہ ہے کہ اسے ڈائری کی تکنیک پر لکھا گیا ہے۔ اس میں بیان کردہ جذبات و کیفیات کا لطف اس لئے بڑھ جاتا ہے کیونکہ آصف محمود جاہ حرمین شریفین کی فضاؤں میں بیٹھے بیٹھے اپنے دل میں امڈ آنے والی باتوں کو صفحہ قرطاس پر بکھیرا ہے۔

وہ غار ثور میں جاتے ہیں تو خود کو غار ثور کے پتھروں میں سے ایک پتھر محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ان کے سامنے پیارے آقا کا تین دن کا وہ قیام سامنے آنے لگتا جب آقا ﷺ نے آج سے تقریباً ۱۴۵۰ سال پہلے ہجرت کی موقع پر اپنے دوست اور رفیق سفر ابو بکر صدیق کو یہ کہتے ہوئے تسلی دی کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت ابو بکر سے روایت ہے کہ

"میں غار ثور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میں نے کافروں کے پاؤں دیکھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر کسی نے ذرا بھی قدم اٹھایا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا اس پر آپ نے فرمایا تمہارا

ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو"[15]

اس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر آصف محمود جاہ جذبات کی رو میں ایسے گم ہوتے ہیں کہ وہ تصور میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مخاطب ہوتے ہیں:

"غار ثور کے اندر جاکر دل کی جو کیفیت ہوئی، بدن میں جو سنسنی دوڑی اس کو الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ غار ثور میں آکر اپنا آپ بھول گیا۔ میں تو غار ثور کے پتھروں کا حصہ بن گیا ہوں۔ میں تو اب ادھر ہی ہوں پیچھے سے آوازیں آرہی ہیں۔ آرام سے کہہ رہے ہیں باہر آجاؤ۔ مجھے کیسے غار ثور کوئی سے جدا کر سکتا ہے۔ آوازیں تیز ہو گئیں۔ غصے میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اندر بیٹھا ابو بکر صدیقؓ بھی کہنے لگا حاجی، آپ چلے جائیں۔ کیسے جاؤں؟ میں تو غارِ ثور ہوں۔۔۔ پتھروں پر نظر ڈالے۔۔۔ عقیدت واحترام سے رینگتے، سرکتے، پتھروں کا لمس لیتے باہر نکلنے کی سعی کی۔۔۔۔ اللہ کعبہ اور بندہ کا یہ حصہ بھی غار ثور کے سامنے بیٹھ کر لکھا جارہا ہے"[16]

ابو یحیٰ ستمبر 1969 کو پیدا ہوئے۔ آپ پاکستانی سکالر اور مصنف ہیں۔ آپ کی بیس کے قریب کتب منظر عام پر آئی ہیں۔ جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہیں ان میں سب سے زیادہ معروف کتاب "جب زندگی شروع ہو گی" ہے جو اردو زبان میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتابوں میں سے ایک ہے۔ کئی ملکی اور غیر ملکی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ ابو یحیٰ نے کمپیوٹر سائنس اور علوم اسلامیہ میں فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن کے ساتھ ماسٹرز کی ڈگریاں حاصل کیں اور سوشل سائنسز میں ایم فل کیا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری اسلامک سٹڈیز میں حاصل کی۔ آپ تحریر و تقریر کے ذریعے لوگوں کو ایمان واخلاق کی دعوت دے رہے ہیں اس کے علاوہ ٹیلی ویژن پروگرام اخبار میں مضامین، پبلک اجتماعات کے ذریعے بھی دعوت و اصلاح کا کام کرتے رہے ہیں۔ "کھول آنکھ زمیں دیکھ" ان کا سفر نامہ حجاز ہے جو 2014ء میں شائع ہوا۔ اس سفر نامے کو پڑھتے وقت قاری کہیں الجھاؤ کا شکار نہیں ہوتا۔ ابو یحیٰ نے یہ سفر نامہ لکھتے ہوئے ایک عام قاری کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھا ہے

حرم پاک سے وداع ہوتے ہوئے وہ جذباتی ہو جاتے ہیں۔ ان الوادعی لمحوں میں جذبات میں مچلنے والی ہلچل کو یوں بیان کرتے ہیں:

"ہم سب الوداعی طواف کے لئے مکہ آئے۔۔۔ ہر جگہ نور اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔۔ بے قراری تو تھی لیکن ساتھ میں قرار بھی تھا، یہ بات اہم ہے کہ انسان خدا کے گھر کو چھوڑ رہا ہو مگر یہ زیادہ اہم ہے کہ خدا انسان کو نہ چھوڑے رخصتی کے اس صبر آزما لمحے میں میرا احساس تھا کہ خدا نے ہمیں نہیں

چھوڑا۔۔۔ہاں خدا سے اتنی دعا ضرور کی ہر بار کی اس جدائی سے دل بہت گھبراتا ہے۔تو قادر مطلق ہے تو چاہے تو بلا استحقاق جنت کی اس بستی میں بسا دیں۔جہاں کوئی ملاقات آخری نہیں ہو گی"[17]

مفتی عبد الرؤف غزنوی صاحب دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ رہے ہیں۔ان دنوں پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں استاد حدیث ہیں ہے آپ کا یہ حج نامہ "حکایات ومہر و وفا" کے نام سے 2017 میں طبع ہوا۔اس سفر نامے میں سفر نامہ نگار نے مختلف واقعات کو بیان کرتے ہوئے جابجا تاریخی حوالے بھی دیئے ہیں۔اس سفر نامے میں سفر نامہ نگار نے واقعات کو ایسے بیان کیا ہے کہ قاری ان جگہوں سے عقیدت و احترام میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔

دعا ایک ایسا جذباتی تعلق ہے جو بندے اور معبود کے درمیان رابطے کا کام دیتی ہے۔کسی بندے کے وہ جذبات جو وہ اپنے معبود تک پہنچانا چاہتا ہو تو اس کا ذریعہ اظہار دعا ہی ہے۔یہ دعا ہی ہے جس میں انسان اپنے معبود کی تعریفیں کرتا ہے۔خواہشات کے پورا ہونے کی آرزوئیں کرتا ہے اور اپنی دلی کیفیات کو الفاظ کا روپ دیتا ہے۔مفتی عبد الرؤف غزنوی بھی جب روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہونے لگتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ آج ساری دعائیں مانگ لیں گے۔لیکن پھر اس پاک جگہ کی حاضری ہی گویا ان کی تمام دعاؤں کی مقبولیت بن جاتی ہے۔وہ رقمطراز ہیں:

" اس تصور سے دل و دماغ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہو گئی جس سے وہ ساری تمنائیں اور حاجتیں چلتے وقت یہ منصوبہ بنایا تھا کہ روضۂ اقدس پر حاضری کے دوران سلام پیش کرنے کے بعد ان تمناؤں اور حاجتوں کے حصول کے لئے آپ ﷺ کے توسل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کروں گا۔ اس لئے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری کی تمنا جب پوری ہو گی تو ایسے محسوس ہونے لگا کہ تمام تمنائیں پوری ہو گئیں۔اب مزید کسی تمنا کی ضرورت ہی کیا ہے؟اس وقت حافظ شیرازی کا یہ شعر میری کیفیت پر منطبق ہو رہا تھا۔۔ترجمہ و مفہوم ہم حاجت مند تو بے شک ہیں لیکن زبان میں سوال کرنے کی ہمت نہیں رہی کیونکہ دربار کریم میں حاضری کی تمنا جب پوری ہو گئی تو مزید کسی تمنا کی ضرورت کیا ہے؟"[18]

ڈاکٹر اشفاق احمد ورک ک جون 1963 میں پیدا ہوئے آپ کا شمار علمی اور ادبی حلقوں میں بحیثیت ،مزاح نگا،خاکہ نویس، محقق، نقاد شاعر اور کالم نگار ہوتا ہے۔آپ بیس سے زائد کتب کے مصنف ہیں، آپ نے تقریبا ہر موضوع پر لکھا لیکن تحقیق و تنقید کے حوالے سے آپ نے بہت کام کیا۔آپ شعبہ درس و تدریس سے

وابستہ ہیں۔ آپ کا سفر نامہ حجاز "جو اماں ملی تو کہاں ملی" کے نام سے 2019 میں شائع ہوا۔ "جو اماں ملی تو کہاں ملی "ایک ایسے زائر کی داستان ہے جو سرزمین حجاز میں قدم قدم پر نئی کیفیتوں سے آشنا ہوتا ہے اور اس کا بیان بھی اتنا خوبصورتی سے کرتا ہے کہ قاری بھی لطف لئے بنا نہیں رہ سکتا۔ بلاشبہ وہ مقام ہی مقام اماں ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے

﴿فیہ ایت بینت مقام ابراھیم ۔ومن دخلہ کان امنا﴾(سورہ آل عمران)

"اس میں روشن نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پا جاتا ہے"[19]

اپنے سفر نامے میں وہ اس مقام امن کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں

"خانہ خدا کا یہ طلسماتی منظر تھا کہ ہماری پتلیوں میں گھس گیا تھا۔ پلکوں کا جھپکنا قصہ ودیرینہ و پارینہ بن چکا تھا حیرت، محبت اور عقیدت کے دریاؤں میں نہایت اونچے درجے کا سیلاب تھا۔ جو کہیں کہیں آنکھوں کے کناروں سے چھلکا پڑتا تھا محویت کا وہی عالم تھا کہ: یہ نظریں اسی در پہ جمی ہیں تو جمی ہیں"[20]

ان سفر نامہ ہائے حجاز میں سفر نامہ نگاروں کے جذباتی کاوشوں کے تشکیل کردہ زاویے دیکھتے ہیں تو ہمیں حجاز مقدّسہ کے ساتھ جذباتی لگاؤ کا رنگ ہر سفر نامے میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان چاہتا ہے کہ جس گھر کی طرف منہ کرکے وہ ساری زندگی نماز پڑھتا ہے اللہ کے اس گھر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔ جس نبی ﷺ کی بدولت وہ ایمان کی دولت سے بہرہ مند ہے اس کے روضے کو دیکھ سکے۔

ڈاکٹر اشفاق احمد ورک جب حرم پاک میں حاضری دیتے ہیں تو جذبے کی شدّت اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ سسکیوں پر قابو نہیں رکھ پاتے اور محبت کے وہ جذبے آنکھوں سے آنسوؤں کی صورت رواں نظر آتے ہیں۔ کچھ ایسی ہی جذباتی کیفیت کا شکار راجا محمد یعقوب حفیظ اس وقت ہوتے ہیں جب وہ روضۂ رسول ﷺ میں حاضری دیتے ہیں۔

جب ہم عبد الرؤف غزنوی اور محمد مبشر نذیر روضہ رسول ﷺ میں حاضر ہونا دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے گردوپیش سے بیگانہ ہو گئے ہیں۔ وہ خود کو خواب کی سی کیفیت میں محسوس کرتے ہیں۔ جذبوں کی اس تپش میں وہ اپنے قلم سے نکلے والے ایک ایک لفظ کو متبرک جانتے ہیں۔

عرفان صدیقی کے سفر نامے میں بھی ہمیں دیگر سفر نامہ نگاروں کی طرح جابجا جذباتی ماحول ملتا ہے ان کی جب مدینہ میں آمد ہوتی ہے تو اس پر کیف فضا کے زیر اثر چلے جاتے ہیں اور اس کیفیت کی سرشاری میں وہ خود کو آپ ﷺ کا مہمان بننے پر نازاں دکھائی دیتے ہیں۔

مستنصر حسین تارڑ جب مزدلفہ کی رات کا نظارہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں تو پورا ماحول جذباتی کیفیت میں ڈھل جاتا ہے اور قاری کو اس کی تاثیر اپنی روح میں اترتی محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح سفر نامہ "غار حرا میں ایک رات" میں بھی انہی کیفیتوں اور جذبوں کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

ڈاکٹر آصف محمود جاہ سفر نامے "اللہ کعبہ اور بندہ" میں جذباتی کیفیت کا اظہار جابجا کرتے نظر آتے ہیں۔ جذباتی کیفیت کے اظہار کی بہت خوبصورت مثال ان کا مذکورہ بالا اقتباس ہے۔ ان کے سفر نامے میں قدم قدم پر جذبات کا والہانہ پن اور احساسات کی لطافت ملتی ہے۔ ابو یحیٰ اور ڈاکٹر محمد عقیل کے سفر ناموں میں بھی جذباتی لمحات کا خوبصورت الفاظ میں اظہار ملتا ہے۔

مندرجہ بالا سفر نامہ نگاروں کے سفر ناموں میں جذباتی کاوشوں کے بہت خوبصورت زاوے تشکیل پاتے ہیں۔ جیسے راجا محمد یعقوب، مبشر نذر، وقار مسعود خان، ابو یحیٰ، اشفاق احمد ورک، عبد الرؤف غزنوی نے اپنے سفر ناموں میں ان جذبات و کیفیات کا اظہار بھرپور طریقے اور ادب واحترام سے کیا ہے جو سفر حج و عمرہ کے دوران مدینہ، مکّہ اور اس کے گردوپیش میں ان کے دلوں میں در آئیں۔ اسی طرح عرفان صدیقی،، مستنصر حسین تارڑ اور محمد آصف محمود جاہ کے سفر ناموں سے بھی ان کا پیار اور جذبہ تقدس جھلکتا نظر آتا ہے۔ جذبات کے اظہار کے معاملے میں کچھ سفر نامہ نگار ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہیں اور اپنے جذبات کا اظہار کھل کر نہیں کرتے۔ یہ سفر نامہ نگار جب حرم کعبہ، مسجد نبوی ﷺ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں حاضری کے جذبات بیان کرتے ہیں تو ان کا دامن عقیدت واحترام کے آنسوؤں سے بھیگا نظر آتا ہے وہ اپنے گناہوں پر نادم اور رحمت خداوندی پر نازاں دکھائی دیتے ہیں جبکہ کچھ سفر نامہ نگار جیسے عرفان صدیقی، مستنصر حسین تارڑ اور ڈاکٹر آصف علی جاہ اپنے احساسات کا والہانہ اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ ان سفر نامہ نگاروں کا انداز نرالا ہے اور جذبہ عشق سے بھرپور نظر آتا ہے۔ یہ سب جب حجاز کی طرف عازم سفر ہوتے ہیں تو ان مقامات کو دیکھ کر یہ جذبات خاص کیفیات میں ڈھل کر الفاظ کا روپ دھار لیتے ہیں اور قاری بھی انہی کیفیات سے آشنا ہو جاتا ہے جو ان مقامات پر سفر نامہ نگاروں میں در آتی ہیں۔ اکیسویں صدی کے سفر نامہ ہائے حجاز میں بھی سفر نامہ نگاروں کی جذباتی کاوشوں کے تشکیل کردہ زاویوں کے اپنے رنگ ہیں جو ان کی مذہبی وابستگی کو ظاہر کرتے ہیں۔

ایسی سرزمین جہاں قدم قدم پر عشق الہیٰ و محبت رسول ﷺ کی داستانیں رقم ہوں وہاں جا کر کیسے ایک مسلمان جذباتی وابستگی سے دوچار نہ ہو، جہاں اسے قلبی سکون اور ذہنی آسودگی میسر آئے وہاں کیسے وہ رب کریم کی رحمتوں کو محسوس نہ کرے۔ اور جب زائر ان کیفیات کا اظہار نہ صرف زبان سے کر سکتا ہو بلکہ لکھنے کی

صلاحیت بھی رکھتا ہو تو کیوں نہ اپنے جذبات کا اظہار تحاریر سے کرے تا کہ پڑھنے والا بھی ان جزبات و کیفیات کو کیسے محسوس کرے جو اس سرزمین میں سفر نامہ نگار کے ذہن و دل میں در آتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سفر حجاز کے سفر ناموں کے مصنفین اب صرف معلوماتی نکتہ نظر نہیں رکھتے بلکہ قارئین کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے قلوب و اذہان کو بھی اپنی کیفیات سے اس قدر متاثر کرتے ہیں کہ وہ بھی اس لطف سے آشنا ہو جاتے ہیں جو اس مبارک سفر کے دوران خود سفر نامہ نگار محسوس کرتے ہیں۔

حوالہ جات

1 اردو ادب میں سفر نامہ،ڈاکٹر انور سدید،سنگ میل پبلیکیشنز لاہور،س۔ن،ص ۴۸۔

2 منہ ول کعبہ شریف،مستنصر حسین تارڑ،سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۱۲،ص ۳۹۴۔

3 القرآن،سورہ آل عمران،آیت نمبر ۹۷۔

4 قرآن پاک،سورہ بقرہ،آیت نمبر ۱۹۶۔

5 سنن ترمذی،تالیف امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی،فرید بک سٹال لاہور ۲۰۰۱ء حدیث نمبر ۹۱۷،ص ۲۳۵۔

6 مکہ مدینہ،عرفان صدیقی،انذار پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۹،ص ۲۵۔

7 منہ ول کعبہ شریف،مستنصر حسین تارڑ،شریف سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۴،ص ۱۹۴۔

8 سوئے طیبہ،راجا محمد یعقوب حفیظ،اسلامک پبلیکیشنز،۲۰۰۶،ص ۵۶۔

9 قرآن اور بائبل کے دیس میں،محمد مبشر نذر،کتابستان پبلیشرز لاہور ۲۰۰۶ ص ۸۶۔

10 ہوا کے دوش پر،وقار مسعود خان،خانیوال،پیپلز پبلیکیشنز ۲۰۰۷،ص ۱۵۔

11 القرآن،سورہ بقرہ،آیت نمبر ۱۲۵۔

12 حج کا سفر نامہ،ڈاکٹر محمد عقیل،انذار پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۹ ص ۱۹۔

13 صحیح بخاری,ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری،حدیث نمبر ۳۲۹۴۔

14 غار حرا میں ایک رات,مستنصر حسین تارڑ،،سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۷،ص ۱۶۱۔

15 صحیح بخاری،ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری،حدیث نمبر ۳۶۶۴۔

16 اللہ،کعبہ اور بندہ،ڈاکٹر آصف محمود جاہ،علم و عرفان.پبلیشرز لاہور ۲۰۲۰،ص ۲۱۷۔

17 کھول آنکھ زمیں دیکھ،ابو یحیٰ،انذار پبلیشرز لاہور ۲۰۰۸،ص ۲۵۷۔

[18] حکایات و مہر و وفا مفتی عبد الرؤف غزنوی، مکتبہ غزنوی کراچی ۲۰۱۷، ص ۵۶۔

[19] القرآن، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۹۷۔

[20] جو اماں ملی تو کہاں ملی، ڈاکٹر اشفاق احمد ورک، رنگ ادب پبلیکیشنز کراچی ۲۰۱۶، ص ۲۵۔